بربادی کا کوہ ہمالیہ!

سچ پوچھئے‘ تو کچھ بھی لکھنے کو دل نہیں چاہتا۔اس لئے نہیں‘ کہ درج کرنے کو کچھ نہیں ہے۔اصل بات‘ ملک میں موجودہ قتل وغارت‘ سیاسی بونوں کی مسند شاہی تک رسائی اور معاشی بدحالی ہے۔روز لگتا ہے کہ دہشت گردی کا جن‘ اس ظلم سے زیادہ کیا کر پائے گا‘ جو اس واردات میں سرانجام دیا ہے؟ مگر روز اندازے غلط پڑتے جاتے ہیں۔تھوڑے عرصے بعد‘ ایک ایسا نیا مہیب واقعہ در پے ہوتا ہے کہ گذشتہ خون کے دھبے ماند پڑ جاتے ہیں۔خوشی کی خبر سنے طویل عرصہ ہو چکا ہے۔رقم کرنے کو واقعات‘ ہر سو موجود ہیں۔مگر سوچیئے تو کچھ بھی نہیں ہے۔دو ہفتے قبل‘ ایک سابقہ عسکری نیشنل سکیورٹی ایڈوائزر‘ آفس تشریف لائے۔طالب علم اور دوستوں نے مل کر تیس چالیس سنجیدہ لوگ اکٹھے کیے ہوئے تھے۔سوال و جواب کے مرحلے میں متعدد درشت سوال بھی تھے۔مگر میں جو پوچھنا چاہتا تھا۔لگتا تھا کہ ان کا جواب دینا‘ قابل عزت مہمان کے لئے مشکل ہو جائے گا۔حقیقت تو یہ بھی ہے کہ اکثر معاملات کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔تشنگی سی محسوس ہوئی۔ اس دورانیہ میں خاموش رہنا بہتر نظر آیا۔ایسے لگتا ہے کہ اب حکومتی اور ریاستی معاملات‘ سوال و جواب کی دہلیز سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔اور ابتری کے سب سے نچلے مقام پر فائز ہیں۔ جہاں سے کسی حکمران کو‘ کسی بھی طرح کی عوام کی تکلیف کی کوئی آواز سننے میں نہیں آتی۔اشرافیہ کے لئے ہر طرف سکون ہی سکون ہے۔مگر فرش کے ہر مقام پر مقتول انسانوں کے جسمانی اعضاء‘ لواحقین کی آہ و پکار‘ ان کے بچوں کا دل سوز ماتم ہی ماتم ہے۔دراصل مقتدرہ اور عام طبقے کے اندر اتنا المناک فاصلہ آ چکا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں۔ان کی آبادیاں مختلف ہیں۔سپر مارکیٹیں‘ لباس‘ کھانے پینے کا اہتمام‘ چال چلن‘ رہن سہن اور سماجی رویے‘ سب کچھ ہی متضاد ہیں۔ اس تفریق کو ختم کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ویسے کوئی امید بھی نہیں ہے۔موجودہ سیاسی نظام اور تخت پر براجمان افراد پر نظر دوڑائیں‘ تو صاحب دل بیٹھتا ہے۔اتنے سطحی اور بے ایمان افراد‘ ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔کہ ملک تیاگ دینے کو من چاہتا ہے۔مگر‘ دوسرے ممالک میں‘ عام پاکستانی کی قدر کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔لہٰذا جائیں تو جائیں کہاں۔اور پھر اپنی مٹی سے کیوں دوری اختیار کریں۔

تقریباً پوری دنیا دیکھ چکا ہوں۔بیس پچیس ممالک تو کہیں نہیں گئے۔مگر ابن بطوطہ ہونے کا ڈھول کبھی نہیں بجایا۔یقین فرمایئے! موجودہ دور ابتلا میں بہترین لکھاری بھی معصومانہ مسائل پر بے ضرر لفظ بنتے ہیں۔جن سے کوئی خفا نہ ہو اور وہ بغیر آرام سے زندگی سے لطف اٹھاتے رہیں۔ارد گرد‘ ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے بے ضرر نکات ہیں۔جن میں کسی ادارہ یا شخصیت کو ناراض کیے بغیر دفتر لکھے جا سکتے ہیں۔مگر کیا کروں! فوراً اکتا جاتا ہوں‘ اور نظر صرف اور صرف حقیقی مصائب پر جا ٹکتی ہے۔بلوچستان کی بات کرنا لازم ہے۔اس لئے کہ طویل عرصہ وہاں سرکاری سطح پر رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔اس صوبے کے لوگ بہترین آداب کے مالک ہیں۔مہمان نوازی‘ دلجوئی اور وعدہ وفا کرنے میں سب سے پیش پیش ہیں۔ پنجاب سے بہت زیادہ مختلف۔کئی بار تو فرق دیکھ کر حیرانگی ہوتی ہے۔اب ذرا زیارت میں دہشت گردی کا معاملہ دیکھئے۔اس کی جزئیات‘ ناقابل بیان ہیں۔ان گنت بار‘ زیارت جا چکا ہوں۔منگی ڈیم پروجیکٹ پر درجنوں پولیس اور شائد لیویز کے جوان تعینات تھے۔شائد عام لوگوں کو علم نہ ہو کہ زیارت کا علاقہ مکمل طور پر پشتون علاقہ ہے۔اس کا بلوچ علاقہ سے کسی قسم کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔موجودہ دور ابتلا میں‘ یہ ایک پر امن وادی ہے۔ جہاں Juniper درختوں کا دنیا میں سب سے بڑا جنگل موجود ہے۔جو بذات خود ایک عجوبہ ہے۔سہولیات کے لحاظ سے بھی‘ علاقے میں کم مسائل ہیں۔وہاں‘ سنگلاخ اور برہنہ پہاڑ بھی موجود نہیں۔ جہاں دشت گرد پناہ گاہیں بنا سکیں۔سبزہ‘ درخت‘ باغات اور چشمے‘ ہر طرف آویزہ ہیں۔اس جگہ پر سو سے زیادہ مسلح دہشت گردوں کا اچانک حملہ‘ معمول کا معاملہ نہیں ہے۔اس خطرناک جتھہ کو آنے جانے کی‘ کس نے اجازت دی؟ اتنی تعداد میں مسلح افراد کیسے بغیر روک ٹوک کے دندناتے ہوئے‘ ایک پولیس قلعہ یا کیمپ پر حملہ آور ہوئے؟ ہمارے خفیہ اداروں نے اتنے بڑے حادثے کی پیشگی معلومات فراہم کیوں نہیں کیں؟ اس کا تسلی یا غیر تسلی بخش جواب اب تک سامنے نہیں آیا۔اہم ترین نکتہ یہ بھی ہے کہ ہمارے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے جوانوں کے پاس اسلحہ اور گولہ بارود اتنا کم کیوں تھا؟ وہاں تو ہفتوں‘ لڑنے کے لئے بہتات میں گولیاں ہونی چاہیں تھیں؟ کیوں نہیں تھیں‘ اس کی بابت بھی وزیر اعلیٰ بلوچستان مکمل طور پر خاموش ہیں۔ یہ تو آئی جی‘ چیف سیکرٹری اور وزیر اعلیٰ کی حد درجہ نااہلی اور مجرمانہ غفلت ہے کہ ڈیم کی حفاظت پر معمور‘ جوانوں کے پاس‘ صرف چند گھنٹے مقابلہ کرنے کی سکت تھی۔پورے نظام اور علاقہ سے واقفیت کے بعد گزارش کروں گا کہ کمک‘ یا ریزرو یا باہر سے فوری امداد کیوں نہیں پہنچی؟ یہ قتل و غارت‘ کوئی دو چار گھنٹوں پر محیط نہیں تھی۔اس کا دورانیہ کافی زیادہ تھا۔زیارت سے صرف ڈیڑھ سے دو گھنٹے پر‘ ایف سی کے بہت بڑے کیمپ موجود ہیں۔کوئٹہ بھی تین گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ایک یا دو چھوٹے چھوٹے کینٹ بھی ارد گرد کے علاقوں میں موجود ہیں۔جن میں ہر طرح کا اسلحہ اور نفری موجود ہے۔پھر اس قلعہ پر لڑتے ہوئے سپاہیوں کو کیوں بے یار و مددگار‘ چھوڑ دیا گیا؟ مبینہ طور پر وہ وائرلس پر دہائیاں دیتے رہے کہ ہمارا اسلحہ ختم ہو رہا ہے۔ ہماری مدد کو کوئی تو آئے۔مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔نزدیک یا دور سے کوئی کمک باہم نہیں پہنچ پائی۔ یہ پر اسرار گتھی کم از کم‘ طالب علم نہیں سلجھا پایا۔ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی کوئی تدبیر پنہاں ہو۔بہر حال یہ تمام معاملہ انسانی عقل سے بالاتر ہے۔چالیس شہادتوں کے بعد‘ جو ادارہ جاتی ردعمل سامنے آیا ہے۔اس میں بھی پختگی نہیں جھلکتی۔وہی رٹے رٹائے فقرے کہ ہم دہشت گردوں پر زمین تنگ کر دینگے۔ہم ہر مقام پر ان سے بدلہ لیں گے۔اور پھر کوئٹہ کے مکمل محفوظ‘ چند کلو میٹر میں جا کر اکابرین کی بہادرانہ تقریر کرنے کو کوئی بھی سوچنے والا انسان‘ سنجیدہ نہیں لے گا۔سارے سوالات سانپ کی طرح ذہن میں اٹھتے ہیں۔ پھر اپنے ہی بوجھ تلے دب کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ ویسے اب میڈیا میں اتنی جسارت بھی نہیں رہ گئی کہ قومی سلامتی کے نازک مسائل پر‘ ایک غیر متعصب بحث ہو سکے۔پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں کہ ایک بھی ملکی چینل نہیں دیکھتا۔بی بی سی‘ الجزیرہ اور سی این این پر اکتفا کیے ہوئے تین چار سال ہو چکے ہیں۔کون سا تبصرہ نگار‘ کیا فرما رہے ہیں‘ بالکل معلوم نہیں کرنا چاہتے۔مگر انتظامیہ میں تین دہائیوں سے زیادہ کام کرنے کے بعد‘ ذہن میں‘ مندرجہ بالا سادہ سے سوالات کا ہجوم تو برپا ہوتا ہے۔مگر کیا کروں‘ کوئی سننے والا نہیں۔اس لئے کہ اب کسی کے بس میں بھی نہیں۔دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ دہشت گردوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے ایسے لگتا ہے کہ ہمارے ریاستی ادارے knee jerk reaction میں جا چکے ہیں۔کوئی طویل مدبرانہ حکمت عملی نظر نہیں آتی۔دہشت گرد‘ کھلے عام‘ بلوچستان اور کے پی میں شہریوں پر زندگی تنگ کر رہے ہیں۔انہیں اپنی مرضی سے قتل کر رہے ہیں۔مگر بے بسی دیکھئے کہ دہشت گردی کا قلع قمع کرنے کے لئے کوئی سند باقی نہیں رہی ہے؟

گلوبل دہشت گردی انڈیکس 2026ء کے مطابق‘ پاکستان‘ دنیا کا تباہ شدہ سب سے اولین ملک ہے۔دہشت گردی سے ستر فیصد قتال‘ پاکستان‘ کانگو‘ نائیجریا‘ ناجر اور برکینا فاسو میں ہوتا ہے۔انسان حیران رہ جاتا ہے‘ جب اس کی درجہ بندی اور وجوہات پر نظر دوڑاتا ہے۔ہمارے ملک کا مجموعی سکور‘ دنیا کے تمام ممالک جو دہشت گردی کا شکار ہیں‘ ان سے زیادہ ہے۔ہم 8.5 پر براجمان ہیں۔اور ہمارے بعد‘ بارکینا فاسو۔سوچیے جو 8.3 اشاریہ پر موجود ہے۔کیا وجہ ہے کہ ہم کرپشن میں سب سے آگے‘ تعلیم اور صحت میں بدحال‘ معاشی ترقی میں بھی کمزور اور پست رویوں میں بھی نمایاں‘ آخر مہلک بیماری کی ہر علامت‘ ہمارے اندر ہی کیوں موجود ہے۔اس کا کوئی بھی حکومت علاج کیوں نہیں کر رہی۔کوئی معقول بات ذہن میں نہیں آتی۔مگر اب ایک اور سوال تو یہ بھی ہے کہ کیا ہم اس تنزلی اور بربادی سے واپس آ سکتے ہیں؟ کیا ہماری ملکی قیادت میں استطاعت ہے کہ ملک کو صحیح ڈگر پر چلانے کی کوشش کر سکے؟ آپ کا جواب شاید خوش آئین ہو۔مگر طالب علم کا جواب تو نفی میں ہے؟ دور دور تک ایسے حکمت والے رہنما موجود نظر نہیں آتے۔ جو معاملے کو سنبھال سکیں؟ دہشت گردی کے جن کو واپس بوتل میں بند کر سکیں؟ اور لوگوں کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا کر پائیں؟ لگتا ہے کہ ہمارا خطہ بربادی کا کوہ ہمالیہ بن چکا ہے۔جس پر حکمت کی فصل اگنا ناممکن ہے۔